بچوں کے محمد ﷺ

حصہ سوئم

خواجہ شمس الدین عظیمی

فہرست

تعارف 2
بھائی بھائی 4
انتظامی ذمہ داریاں 6
غزوۂ بدر 8
غزوۂ اُحد 11
بیعت رضوان 15
فتح مکہ 18
خطبہ حجۃ الوداع 21

تعارف

پیارے بچو!

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ کو جو مقام عطا کیا ہے وہ ازل سے ابد تک قائم رہے گا۔

حضرت محمد ﷺ کے اعلیٰ مقام پر تمام انبیاء اکرام علیہم السلام فخر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے دین کی تکمیل کر دی ہے اور اپنی تمام نعمتیں آپ ﷺ پر پوری کر دیں۔''

(سورۃ المائدہ۔۳)

پیارے بچو!

نعمتیں پوری ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو جتنی فضیلت اور نعمتیں عطا کیں ہیں وہ تمام نعمتیں حضرت محمد ﷺ کو عطا کیں ہیں اور حضرت محمد ﷺ پر دین کی تکمیل کر دی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ میں ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے فرد کے لئے رہنمائی موجود ہے اور یہ رہنمائی گزرے ہوئے وقتوں میں بھی قابل عمل تھی۔آج بھی قابل عمل ہے۔سائنس اگر آج سے سوگنازیادہ ترقی کرلے تب بھی یہ رہنمائی نوع انسانی کے لیے مشل راہ ہے۔

حضرت محمد ﷺ ---------- فرمانبردار بیٹے ---------- شفیق باپ ----------
بہترین شوہر ---------- ہمدردپڑوسی ---------- اچھے رشتہ دار ----------
سپاہی ---------- سپہ سالار ---------- منتظم ---------- تاجر
---------- آجر ---------- حاکم ---------- اچھے شہری
---------- منصف ---------- طبیب ---------- اور رہنماہیں اور ہر حیثیت میں نوع انسانی کے لیےہادی اور رہبر ہیں۔

حضرت محمد ﷺ سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا بار بار مطالعہ کریں۔

پیارے بچوں!

زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے کتاب بچوں کے حضرت محمد ﷺ لکھی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب بچوں کے محمد ﷺ کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

اب آپ حصہ سوئم کا مطالعہ کررہے ہیں۔اس میں بتایا گیاہے کہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو کن کن مشکلات کا سامنا کرناپڑااور حضرت محمد ﷺ نے ان مشکل حالات میں مسائل کو کس طرح منصوبہ بندی کے ساتھ حل کیا۔

بھائی بھائی

اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا ہجرت کہلاتا ہے اور ہجرت کرنے والوں کو مہاجرین کہتے ہیں۔جو مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے انھیں مہاجرین کہتے ہیں۔مہاجرین کے لیے مدینہ نئی جگہ تھی۔انکے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ مدینے میں آتے ہی فوراً معاشی طور پر اپنے پاوں پر کھڑے ہو جائیں۔

اپنا وطن عزیز و اقارب، رشتہ دار، گھر، کاروبار چھوڑنے کا دکھ تھا۔اس کے علاوہ دونوں شہروں کے موسم اور آب وہوا میں بھی بڑا فرق تھا۔

اس وقت مدینہ ایک چھوٹا سا زرعی شہر تھا۔یہاں کے لوگ زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے تھے، جبکہ مہاجرین تجارت پیشہ تھے۔مدینہ والوں کی طرح کھیتی باڑی نہیں جانتے تھے۔اس موقع پر مدینہ کے لوگوں نے مکہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کی دل کھول کر مدد کی۔قرآن کریم نے انہیں "انصار" کے خطاب سے پکارا ہے۔انصار کے معنی "مددگار" کے ہیں۔

پیارے بچو!

مہاجرین کے لیے یہ ایک مشکل اور آزمائش کا وقت تھا۔لیکن مہاجرین نے تمام تکلیفیں بڑے صبر اور حوصلے سے برداشت کیں۔مہاجرین کی اتنی بڑی تعداد کو رہائش اور روزگار فراہم کرنا بہت بڑا کام تھا لیکن حضرت محمد ﷺ نے یہ ساری مشکلات اور مسائل بہت اچھے طریقے سے حل کر دیئے۔ایک روز حضرت محمد ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے خاندانوں کے سربراہوں کو ایک جگہ دعوت دی۔ وقت مقررہ پر تمام لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے۔حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔حسب عادت سب کو مسکرا کر دیکھا۔حضرت محمد ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:

"یہ مہاجرین تمہارے دینی بھائی ہیں اللہ کے لیے

سب کچھ قربان کر کے یہاں آئے ہیں۔

ان کی مدد کرنا تمہارا فرض ہے۔''

پھر حضرت محمد ﷺ نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ انصار کا ہر خاندان مہاجر کے ایک خاندان کو اپنے خاندان میں شامل کر لے۔اس کے دکھ سکھ میں شریک ہو جائے اور ایک دوسرے کے معاون اور مددگار بن جائے۔

حضرت محمد ﷺ نے خود مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک کو بلایا اور یوں بھائی بھائی بنا کر رشتۂ اخوت قائم کر دیا۔

رشتہ اخوت کا یہ مطلب ہر گز نہیں تھا کہ مہاجرین اپنا سارا بوجھ انصاریوں پر ڈال کر بے فکر ہو جائیں اور مہمانوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ حضرت محمد ﷺ نے اس رشتہ کی وضاحت فرمائی کہ اب تک جو ایک تھا وہ دو ہو گئے۔ جو دو تھے وہ چار ہو گئے۔ جہاں ایک کماتا تھا، اب دو کمائیں گے۔ جہاں دو محنت کرتے تھے، چار محنت کریں گے۔ کام زیادہ ہو گا تو آمدنی بھی زیادہ ہو گی اور یوں کوئی کسی پر بار نہیں بنے گا۔اس طرح کئی سو خاندان گزر بسر اور معاش کے مسائل حل کرنے کے اہل ہو گئے۔

انصار مہاجرین کو اپنے اپنے گھروں میں لے گئے۔ انصار نے اپنے گھر، جائیداد اور آمدنی کا نصف حصہ مہاجرین کو پیش کر دیا۔ دوسری طرف مہاجرین نے بھی اپنے لیے روزی روزگار کے ذرائع تلاش کر لئے۔ یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ مہاجر مسلمان جب محنت مزدوری کر کے خود کفیل ہو گئے تو انہوں نے اپنے انصاری بھائیوں کی املاک شکریے کے ساتھ واپس کر دیں۔

انتظامی ذمہ داریاں

ہجرت سے پہلے مدینہ میں کوئی مملکت نہیں تھی شہر میں نظم و ضبط اور فلاح و بہبود کے لیے انتظامات نہیں تھے۔ صرف قبیلے ہی قبیلے تھے جو آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے سب سے پہلے ایک ایک کر کے سب قبائلی سرداروں سے ملاقاتیں کیں۔ انہیں مل جل کر رہنے کی افادیت بتائی۔ پھر سب کے مشورہ سے اس نئی مملکت کا اعلیٰ سربراہ بننا قبول فرمایا۔

حضرت محمد ﷺ کی فہم و فراست اور مسلسل کوششوں سے مدینہ منورہ میں دس سال کے عرصے میں ایک بہترین فلاحی مملکت کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت محمد ﷺ نے فوج، عدلیہ، انتظامیہ، خزانہ، درس وتدریس، تجارت صحت وغیرہ کے ادارے قائم کئے۔

حضرت محمد ﷺ نے بتایا کہ محض عمارتوں کے درمیان گلیاں اور بازار بنانے کا نام شہری منصوبہ بندی نہیں ہے۔ بلکہ کسی بھی فلاحی ریاست کے لیے اپنے شہریوں کو ایسا صحت مند ماحول فراہم کرنا بھی ضروری ہے، جو فرد کی جسمانی اور روحانی نشو نما کرے جہاں سب کو ذہنی سکون حاصل ہو اور معاشرے میں امن وامان قائم ہو اور معاشی آسودگی حاصل ہو۔

حضرت محمد ﷺ نے مدینہ کی تعمیر میں ڈیزائن اور ترتیب پر خصوصی توجہ فرمائی۔ مدینہ میں ناجائز تصرفات عام تھے۔ لوگ گھر اور دکانیں اپنی جگہ سے آگے بڑھا کر بنا لیتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے ان ناجائز تصرفات کو ختم کر دیا۔ مدینہ کی گلیاں عام طور پر تنگ ہوتی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ نے گلیاں مناسب فاصلے کے ساتھ رکھوائیں۔ گلیوں میں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے روشنی کا انتظام فرمایا۔

مدینہ منورہ میں پانی وافر مقدار میں میسر نہیں تھا۔ مہاجرین جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو پانی کی کمی کا مسئلہ سامنے آیا۔ مدینہ میں چند گز کھدائی پر ہی پانی نکل آتا تھا لیکن یہ پانی کھارا تھا۔ میٹھے پانی کے کنویں

اور چشمے بہت کم تھے۔ خصوصاً مدینے کے لوگ کنواں بیر روم کا پانی استعمال کرتے تھے۔اس کا مالک ایک یہودی تھا جو پانی فروخت کرتا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کی خواہش تھی کہ یہ کنواں لوگوں کے عام استعمال کیلئے وقف ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے بڑی رقم دے کر کنواں خرید لیا۔اس طرح اہل مدینہ کو سہولت کے ساتھ پانی ملنے لگا۔اس کے بعد حضرت محمد ﷺ نے سرکاری طور پر بھی کئی کنویں کھدوا کر پانی کا انتظام کیا۔

مدینہ باغوں کی سرزمین تھا۔ یہاں کے لوگ باغات کے بہت زیادہ شوقین تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے شہر اور مسجد کی تعمیر کے وقت یہ کوشش کی کہ درختوں کو کم سے کم نقصان پہنچے۔

حضرت محمد ﷺ کے بعثت کے وقت تمام عرب میں جہالت کا دور دورہ تھا۔جو ممالک علم وفنون کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے، وہاں بھی عام شخص زیادہ اخراجات کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ تعلیم صرف امیر لوگوں تک محدود تھی۔ عورتوں پر تعلیم حصل کرنے کی پابندی تھی۔پڑھنے لکھنے کارواج بہت کم تھا۔عام طور پر علوم زبانی یاد کیئے جاتے تھے اور پھر نسل در نسل منتقل ہوتے تھے۔

حضرت محمد ﷺ نے چند برسوں کے اندر مدینہ میں ایک ایسے علمی ماحول کی بنیاد ڈالی جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے باقاعدہ تعلیم کا پہلا مرکز صُفہ مسجد نبوی میں قائم فرمایا۔اس مرکز کی حیثیت یونیورسٹی جیسی تھی، جس کا بنیادی نصاب قرآن تھا۔ صفہ میں مقامی اور دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے اور قیام بھی کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ خود اہل صفہ کی نگرانی فرماتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تعلیم دینے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ جو قبیلہ اسلام قبول کرتا تھا حضرت محمد ﷺ ان کی تعلیم کے لئے معلم بھیجتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض کیا کہ وہ علم حاصل کرے۔ حضرت محمد ﷺ کے پاس حصول علم کے لیے صحابہ کے علاوہ صحابیات بھی حاضر ہوتی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ نے خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے دن مخصوص فرمائے تھے۔

غزوۂ بدر

مکہ سے مدینہ میں ہجرت کے بعد کفار زیادہ فکر مند ہو گئے۔ان لوگوں نے مدینہ کی معاشی ناکہ بندی کر دی۔اس بات سے حضرت محمد ﷺ کو رنج پہنچا۔انہیں احساس تھا کہ کفار نے دشمنی میں مدینہ کے باشندوں کو بھوکا رہنے کی سزا دے رکھی ہے۔

مسمانوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح کافروں نے مدینہ کو معاشی محاصرے میں لے رکھا ہے اسی طرح وہ بھی مکہ کے تجارتی قافلوں کو مدینہ کی حدود سے گزرنے کی اجازت نہ دیں۔حضرت محمد ﷺ بدوی قبائل میں تشریف لے گئے اور مکہ والوں کی زیادتیوں سے بدوی قبائل کو آگاہ کر کے انہیں مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کی دعوت دی۔قبیلوں نے یہ پیشکش قبول کر لی اور اہل مکہ سے حاصل ہونے والی آمدنی سے دستبردار ہو گئے۔

کفار کا ایک قافلہ مدینہ کی حدود سے گزر کر مکہ پہنچنے والا تھا یہ ابوسفیان کی قیادت میں دو ہزار اونٹوں پر قیمتی مالیت کا سامان لے کر جا رہا تھا۔مکہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مسلمان قافلے پر حملہ کرنے والے ہیں۔

کافروں نے اس بات کو بنیاد بنا کر نو سو پچاس جنگجو مرد، سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑوں پر مشتمل فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دی۔مسلمانوں کو جب اس کی اطلاع ملی تو تین سو تیرہ افراد، سترہ اونٹ اور دو گھوڑوں پر مشتمل جماعت مقابلہ کیلئے تیار ہو گئی۔

ہجرت کے دوسرے سال سترہ رمضان کو بدر کے مقام پر دونوں افواج کا آمنا سامنا ہوا۔اس جنگ میں مسلمان تعداد کے لحاظ سے کفار کے مقابلے میں ایک تہائی تھے۔بدر کے میدان میں جہاں مسلمانوں نے پڑاو کیا تھا اس جگہ پانی نہیں تھا۔جس طرف کفار کی فوج تھی وہاں پانی بھی تھا اس کے علاوہ انہوں نے پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کنویں کھود لیے تھے۔اللہ تعالیٰ کی مدد مسلمانوں کے ساتھ تھی۔اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی جس سے پوری وادی جل تھل ہو گئی۔جس ریت میں مجاہدین کے پیر

دھنستے تھے وہ جم گئی جبکہ کفار نے قریبی پہاڑی کے پیچھے ایک نشیبی مقام پر پڑاو کیا تھا جس کی زمین نرم تھی۔رات کو جب بارش ہوئی تو سارا علاقہ کیچڑ اور دلدل بن گیا۔

جب حضرت محمد ﷺ نے کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت دیکھی تو دعا فرمائی:

''اے اللہ ! اپنے اس وعدہ کو پورا فرما۔جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔''

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتوں کے دستے اترے۔

ترجمہ: ''جب تم اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی۔بے شک میں تمہاری مدد پے درپے ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں۔''

)سورۃ انفال۔۹(

جس وقت دونوں افواج ایک دوسرے کے مقابل تھیں حضرت محمد ﷺ نے ایک مٹھی ریت کفار کی جانب پھینکی۔جب وہ ریت ان کے چہروں پر پڑی تو کوئی مشرک ایسا نہ تھا کہ اس کی آنکھوں اور ناک میں ریت کے ذرے نہ پہنچے ہوں پھر ان کے منہ پِھر گئے اور کفار شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عمل قرار دیا:

ترجمہ: ''اور تم نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جس وقت پھینکی

لیکن اللہ نے پھینکی اور چاہتا تھا، ایمان والوں پر

اپنی طرف سے خوب احسان، تحقیق اللہ ہے سنتا جانتا۔''

)سورۃ انفال۔۱۷(

اس جنگ میں مسلمان تعداد کے لحاظ سے کفار کے مقابلے میں بہت کم تھے۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔کفار کی فوج کا سپہ سالار ابو جہل س جنگ میں مارا گیا۔

پیارے بچو!

جدوجہد، عمل اور نصرت کا یہ فارمولا مسلمانوں کے لیے ہر شعبہ زندگی میں مشعل راہ ہے۔ عمل کے بغیر دعا ایک ایسا جسم ہے جس میں روح نہیں ہوتی۔

غزوہ اُحد

غزوہ بدر میں شکست کے بعد کفار مکہ کے سردار ابو سفیان نے انتقام کا عہد کیا۔ سردار ابو سفیان نے فوج کی تنظیم نو کر کے شوال ۳ ہجری میں مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ اس مرتبہ تین ہزار جنگجو سپاہی ابو سفیان کے زیر کمان تھے۔ جن میں ساتھ سو سپاہی مکمل طور پر مسلح تھے۔ صفوان فوج کا نائب سالار تھا۔ ابو سفیان کے ہمراہ مدینہ آنے والے دوسرے سرداروں میں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ بھی ساتھ تھی۔ ہندہ اعلان کر چکی تھی کہ میں مسلمانوں کے ناک، کان اور ہاتھ کاٹ کر ان کا ہار بنا کر گلے میں ڈالوں گی۔

حضرت محمد ﷺ نے ساتھیوں کے مشورہ سے مدینہ سے باہر کافروں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اُحد کے مقام پر پڑاو ڈالا۔ منافقین اور ان کے سردار عبداللہ بن ابی نے جنگ میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اور تاکہ اللہ انہیں بھی جان لے جنہوں نے منافقت کی، اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑائی کرو یا دفاع کرو تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم لڑائی جانتے تو یقیناً تمہاری پیروی کرتے۔ یہ لوگ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب ہیں منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو دل میں نہیں ہے اور یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اللہ اسے جانتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران۔١٦٧)

میدان جنگ میں فوج کی ترتیب و تنظیم قائم کر کے حضرت محمد ﷺ نے مختلف مقامات پر دستے متعین فرمائے اور ہدایات کی کہ کسی بھی صورت میں اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ جنگ احد میں بڑے بڑے

نامی گرامی کفار ہلاک ہوئے انکی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔جوش وغیرت کے لیے دف بجا بجا کر اشعار سنانے والی قریشی عورتیں کفار کی پسپائی دیکھ کر بھاگ گئیں۔قریش کا جھنڈا جب زمین پر گر گیا تو کوئی اسے نہیں اٹھا سکا۔کفار کی فوج کا حوصلہ پست ہو گیا اور فوج سپاہیوں کی لاشیں چھوڑ کر پسپا ہو گئیں۔

دوسری جانب مسلمان یہ سمجھے کہ ہم جنگ جیت گئے ہیں اور متعین جگہ پہاڑی پر موجود دستے نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔مسلمان حضرت محمد ﷺ کی ہدایت کے برخلاف مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو خالد بن ولید نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور وہ مسلمانوں کی فوج کی پشت پر پہنچ گئے۔پہاڑی پر موجود چند مسلمان مقابلہ نہیں کر سکے۔مشرکین کی فوج کا جھنڈا ایک عورت نے اٹھا کر ہوا میں بلند کر دیا۔ مشرکین کی پسپا فوج واپس پلٹ آئی اور مسلمان چاروں طرف سے ان کے نرغے میں آ گئے۔ مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی۔

کسی نے اعلان کر دیا کہ حضرت محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔دونوں فوجیں ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو گئیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ بعض مسلمان شہید ہو گئے۔افراتفری کے عالم میں جب مسلمان منتشر ہونے لگے تو حضرت محمد ﷺ نے بلند آواز میں پکارا۔۔۔۔۔

''میری طرف آؤ! میں اللہ کا رسول ہوں۔''

یہ صدا کفار نے بھی سنی اور وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے۔اس وقت حضرت محمد ﷺ کے قریب ۹ صحابہ کرامؓ موجود تھے۔کافروں نے بھرپور حملہ کر دیا اور اس معرکہ آرائی میں سات (۷) صحابہ کرامؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔کافر چاہتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کو شہید کر دیں لیکن جان نثاروں نے اپنی جان کے نذرانے پیش کر کے انھیں حضرت محمد ﷺ تک نہیں پہنچنے دیا۔اس حملہ میں عقبہ بن ابی وقاص نے حضرت محمد ﷺ کو پتھر مارا۔شدید چوٹ کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ پہلو کے بل گر گئے۔ نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ایک مشرک نے حضرت محمد ﷺ کی پیشانی زخمی کر دی۔ایک اور مشرک نے اتنی زور کی تلوار ماری کہ آپ ﷺ ایک عرصہ تک کندھے میں چوٹ کا اثر محسوس کرتے رہے۔اس ہی دشمن نے دوسرا وار چہرے پر کیا جس سے خود (حفاظتی ٹوپی) کی دو کڑیاں چہرے کے اندر دھنس گئیں اور آنکھ کے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی میں بال آ گیا۔

جس وقت حضرت محمد ﷺ چوٹ کھا کر زمین پر گرے۔ حضرت طلحہؓ سامنے آگئے اور کفار کے بیشتر حملے انہوں نے اپنے جسم پر روک لئے۔ حضرت ابو دجانہؓ دشمنوں میں گھرے ہوئے اپنے محبوب ﷺ تک پہنچے تو حضرت محمد ﷺ کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے اور تیروں کی برسات روکنے کے لئے اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا دیا۔

کفار کے غلاموں میں ایک سیاہ فام غلام ''وحشی'' تھا۔ اس نے لالچ میں آکر حضرت حمزہؓ کو ڈھونڈ لیا اور ان کی تاک میں بیٹھ گیا۔ حضرت حمزہؓ بڑی دلیری سے تلوار چلا رہے تھے۔ وحشی کو سامنا کرنے کی تو جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ کی پیٹھ اس کی طرف ہے تو اس نے اپنا نیزہ اتنی قوت سے ان کی طرف پھینکا کہ نیزے کی نوک حضرت حمزہؓ کے سینے کے پار ہوگئی۔

ہندہ نے جب سنا کہ حضرت حمزہؓ وحشی کے ہاتھوں شہید ہوگئے ہیں تو اس نے اُس ہی لمحے وحشی کو آزاد کر دیا اور کھڑے کھڑے اپنے کنگن اور ہار اتار کر اسے بخش دیئے۔ ہندہ نے ایک تیز دھار چاکو سے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے جگر نکال کر چبانا شروع کر دیا۔ درندگی چہرے سے عیاں تھی۔ آنکھوں سے انتقام کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اتنا دردناک منظر آسمان نے شاید پہلی بار دیکھا تھا۔ پھر ہندہ نے حضرت حمزہؓ کے ناک اور کان کاٹے۔ ہندہ نے اس ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قریب پڑی ہوئی مسلمانوں کی لاشوں کے کان اور ناک کاٹ کر ڈوری میں پرو کر ہار بنایا اور گلے میں ڈال کر میدان جنگ میں وحشیانہ رقص کیا۔

قریش کی ایک اور عورت سلافہ بن سعد بھی میدان جنگ میں آئی۔ درندہ صفت سلافہ، اس مسلمان شہید کا سر کاٹ کر لے گئی جس کے ہاتھوں جنگ بدر میں اس کا بیٹا قتل ہوا تھا۔ بہت مکروہ چیخ میں اس نے کہا:

''جب تک میں زندہ ہوں کھوپڑی کے اس پیالے میں پانی پیا کروں گی۔''

لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت محمد ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کا پیٹ اور سینا چاک ہے اور کلیجہ چبا کر پھینک دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی لاشوں کے ناک اور کان بھی کٹے ہوئے ہیں۔ یہ درد

ناک منظر دیکھ کر حضرت محمد ﷺ بے انتہا غمگیں ہوئے۔ وحشی جب ابو سفیان کی فوج سے بھاگ کر حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اقرار کیا کہ وہ حضرت حمزہؓ کا قاتل ہے تو حضرت محمد ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔

جنگ احد میں مسلمانوں کو پہنچنے والے نقصان کے باعث یہودیوں نے لوگوں سے کہا کہ حضرت محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہوتے تو انہیں شکست نہ ہوتی۔ اس موقع پر سورۃ آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: "کافروں کا مقابلہ کرنا نبیوں کا قدیم دستور ہے۔

اس سے پہلے بھی نبیوں پر تکالیف گزری ہیں لیکن وہ

یاس و ناامیدی کا شکار نہیں ہوئے، بلکہ وہ استقامت اور پائیداری

کی وجہ سے کامیاب ہوئے اور اللہ صاحب استقامت لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔"

(سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۴۶)

بیعت رضوان

رجب کے مہینے میں ۲۷ ویں شب کو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ چچازاد بہن ام ہانی کے گھر آرام فرما مسلمانوں کو مدینے میں رہتے ہوئے تقریباً پانچ سال گزر چکے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے مستقل رہائش کے لئے مدینہ کا انتخاب کر لیا تھا۔

ایک روز حضرت محمد ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے صحابہ کرام کو خواب سنایا اور عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ جانے کا ارادہ فرمایا۔

مکہ جانے کی خبر سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے، مکہ مہاجرین کا آبائی اور محبوب وطن تھا۔ مہاجرین کافی عرصہ سے مکہ نہیں گئے تھے، مہاجرین کو اکثر مکہ کی یاد آتی تھی۔ انہیں زیارت کعبہ کی بھی بڑی خواہش تھی۔ مدینہ کے مسلمان بھی بے چینی سے اس وقت کے منتظر تھے جب انہیں بھی اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت نصیب ہو۔

ہجرت کے چھٹے سال حضرت محمد ﷺ مسلمانوں کی بڑی تعداد کے ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ مکہ سے کچھ دور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ کفار ہر حال میں انہیں مکہ آنے سے روکنا چاہتے ہیں۔

قریش کے سرداروں کو اندیشہ تھا کہ اگر مسلمان مکہ میں داخل ہوئے تو وہ مکہ پر قبضہ کر لیں گے۔ اس پریشان کن صورت حال سے نمٹنے کیلئے قریش نے اپنے کئی قاصد بھیجے جنہوں نے حضرت محمد ﷺ سے مزاکرات کئے۔ قاصدوں نے واپس جا کر قریش کو یہ یقین دلایا کہ مسلمان جنگ کی نیت سے نہیں آئے بلکہ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے آئے ہیں۔ قریش کے سردار مکہ میں مسلمانوں کے داخلے پر رضامند نہیں ہوئے اور اپنی ضد پر قائم رہے۔

حضرت محمد ﷺ کو اندازہ ہوا کہ مکہ والے الجھن کا شکار ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا کہ وہ اہل قریش کو صحیح صورت حال بتائیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کو اہل قریش نے مکہ میں ہی روک لیا۔ عثمانؓ مکہ سے لوٹ کر واپس نہ آئے تو مسلمانوں کو تشویش ہوئی اور یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

''عثمان غنیؓ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ جو شخص اس میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے کہ آخری دم تک وفادار رہے گا۔''

تمام صحابہ کرامؓ نے نہایت جوش و خروش اور اطاعت کے ساتھ بیعت کر لی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:

''جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد

توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر

اللہ سے عہد کیا ہے تو عنقریب اللہ اس کو بڑا اجر دے گا۔''

(سورۃ فتح۔۱۰)

بیعت رضوان کے بعد پتا چلا کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر صحیح نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ خیریت سے ہیں۔ مکے والوں نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا تا کہ حضرت محمد ﷺ سے ضروری

مذاکرات کرے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل سے صلح کی شرائط طے فرمائیں اور حضرت علیؑ نے یہ معاہدہ تحریر کیا۔ اس معاہدہ کو صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

اس معاہدہ کی شرط یہ تھی کہ مسلمانوں کو اس سال مکہ میں داخل ہونے اور کعبہ کی زیارت کرنے کی اجازت نہیں ہو گی لیکن اگلے سال وہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ میں صرف تین دن ٹھہر سکتے ہیں۔ معاہدہ کی رو سے مسلمان اس سال واپس مدینہ لوٹ گئے۔

ہجرت کے ساتویں سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ہزار اصحابؓ کے ہمراہ عمرہ ادائیگی کیلئے مکہ تشریف لائے اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کی رو سے مکہ میں تین روز قیام فرمایا۔

فتح مکہ

ہجرت کے آٹھویں سال دس (۱۰) رمضان المبارک کو حضرت محمد ﷺ مدینے سے دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو فتح عطا فرمائی۔

انسانی تاریخ میں یہ دن یادگار ہے۔ کیونکہ اس روز مکہ بغیر کسی جنگ کے فتح ہو گیا۔ فاتح فوج نے کسی کو نہیں ستایا۔ مسلمان نہایت امن اور ادب کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اہل مکہ خوف و ہراس کے عالم میں تھے ان کے دل پریشان تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو فاتح فوج مغلوب عوام کے ساتھ کرتی ہے۔ خون سے گلیاں بھر جائیں گی۔ آہ و بکا سے فضا لرز جائے گی۔ لوگ گھر سے بے گھر ہو جائیں گے۔ خواتین بے پردہ ہو جائیں گی۔ بچے یتیم ہو جائیں گے۔ لیکن حضرت محمد ﷺ نے اعلان کروادیا:

”جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امان ہے۔

جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امان ہے۔

جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امان ہے۔“

پیارے بچو!

ابو سفیان قریش کے وہی سردار ہیں جو اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ اسلام کے خلاف ہونے والی جنگوں میں پیش پیش تھے۔ رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ نے انہیں بھی معاف فرمایا۔

حضرت محمد ﷺ نے مکہ والوں کو جمع کیا اور خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا:

”تم لوگ مجھ سے کس سلوک کی توقع کرتے ہو؟“

کفار نے کہا:

"آپ ﷺ شریف باپ کے بیٹے اور شریف بھائی ہیں۔"

رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"اے مکہ کے باشندو! آج میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں

جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی

اللہ تعالٰی نے تم سب کی بخشش فرمادی ہے۔ تم لوگ آزاد ہو۔"

فتح مکہ کے وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے حق آیا باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹ جانا ہی تھا۔ (سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۸۱)، پڑھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی سے سب سے بڑے بت کی طرف اشارہ کیا، وہ اوندھے منہ گر گیا۔ اس کے بعد حضرت محمد ﷺ کے حکم سے خانہ کعبہ سے ۳۶۰ بت نکال کر باہر پھینک دیئے گئے۔

فتح مکہ کے بعد حضرت محمد ﷺ نے اپنے اور مسلمانوں کے سخت دشمنوں کے ساتھ انتہائی نرمی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کیا اور انھیں عفو درگزر سے نوازا۔ اسلام کے انتہائی خطرناک دشمنوں میں ابو سفیان کی بیوی ہندہ بھی تھی۔ اس عورت نے جنگ اُحد میں حضرت محمد ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ ہندہ کو بھی حضرت محمد ﷺ نے معاف کر دیا۔ اسلام کے بد ترین دشمن ابو جہل کی بہو اُم حکیم حضرت محمد ﷺ کے پاس آئیں اور اسلام قبول کر لیا۔ اُم حکیم نے حضرت محمد ﷺ سے درخواست کی:

''یارسول اللہ ﷺ! میرے شوہر کو امان دیجئے۔''

انکے شوہر عکرمہ اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھے۔آپ ﷺ نے ان کے لئے بھی معافی کا اعلان کر دیا۔

حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے ہم پر یہ بات روشن ہوتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے مزاج اقدس میں معاف کر دینے کی صفت بہت نمایاں تھی۔ہم حضرت محمد ﷺ کے اُمتی ہیں۔ ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم بھی حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر چلیں اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل کریں۔ماں باپ، بہن بھائی، بیٹی اور بیٹے سے زیادہ حضرت محمد ﷺ سے محبت کریں۔

خطبہ حجتہ الوداع

ہجرت کے دسویں سال حضرت محمد ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ لوگوں کو جب پتہ چلا کہ حضرت محمد ﷺ حج کے لئے مکہ تشریف لے جارہے ہیں تو مدینہ منورہ اور عرب کے دیگر شہروں کے مسلمان حج کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ مسلمانوں کے ہمراہ حج کے لئے مدینے سے مکہ تشریف لائے۔

حضرت محمد ﷺ نے مناسک حج ادا کئے اور ۹ ذی الحج ۱۰ ہجری کو جب سورج ڈھل گیا، حضرت محمد ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لائے۔ وہاں حضرت محمد ﷺ نے تاریخی خطبہ دیا۔ جو خطبہ حجتہ الوداع کہلاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے خطبے میں دین کی تعلیمات کا نچوڑ اس طرح بیان فرمایا کہ وہ رہتی دنیا تک نوع انسان کے لیے مشعل راہ ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے بہت بڑے اجتماع سے فرمایا:

”لوگو!۔۔۔۔میری بات غور سے سنو!

کیونکہ شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں پھر تم سے نہ مل سکوں۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت

سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قبیلے اس لئے ہیں

کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

تم میں عزت دار وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اس لیے

کسی عربی کو کسی عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، اسی طرح

کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر فضیلت نہیں۔

اے لوگو!۔۔۔۔۔۔۔

آج اس مہینے کی تم جس طرح حرمت کرتے ہو اسی طرح ایک

دوسرے کا ناحق خون نہ کرنا اور کسی کا مال لینا تم پر حرام ہے۔

خوب یاد رکھو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہ

تمہارے سب کاموں کا پورا جائزہ لے گا۔

اے لوگو!۔۔۔۔۔۔۔

جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں اُسی طرح تم پر تمہاری

عورتوں کے حقوق ہیں۔ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آنا۔

غلاموں سے اچھا برتاؤ کرنا۔ جیسا تم کھاتے ہو ویسا ان کو کھلانا۔

جیسے تم کپڑے پہنتے ہو ویسے ہی کپڑے ان کو پہنانا۔ اگر ان

سے کوئی خطا ہو جائے اور تم معاف نہ کر سکو تو ان کو اپنے سے

جدا کر دینا کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ان کے ساتھ

سخت برتاؤ نہ کرنا۔

لوگو!۔۔۔۔۔۔۔

میری بات غور سے سنو، خوب سمجھو اور آگاہ ہو جاؤ۔ جتنے

کلمہ گو ہیں سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ سب مسلمان

اخوت کے سلسلے میں داخل ہوگئے ہیں۔ تمہارے بھائی کی چیز

تم کو اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دے

خبردار!

جہالیت کے زمانے کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے

کچل دی گئی ہیں زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف ہیں۔

خبردار!

ناانصافی کو پاس نہ آنے دینا۔ میں نے تم میں ایک ایسی

چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے

اور اس پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز اللہ تعالیٰ

کی کتاب (قرآن) ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور

تمہارے بعد کوئی نئی اُمت نہیں۔

خبردار!۔۔۔۔۔

اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، صلٰوۃ قائم کرو۔ ماہ رمضان

کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا

کرتے رہو۔ اپنے رب کے گھر کا طواف کرو۔ مذہب میں غُلو

اور مبالغے سے بچو۔ کیونکہ تم سے پہلی قومیں اس عمل سے

برباد ہو چکی ہیں۔

خبردار!۔۔۔۔۔

میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا

تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔

اے لوگو!۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تم سے میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔ تو بتاؤ تم کیا کہو گے؟"

لوگوں نے عرض کیا:

"ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہمیں

پہنچا دیا ہے اور اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔"

آپ ﷺ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا پھر لوگوں کی طرف جھکا کر فرمایا:

"یا اللہ تو گواہ ہے۔"

پھر فرمایا:

"خبردار!۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو حاضر ہیں وہ یہ کلام ان لوگوں تک پہنچا دیں

جو یہاں نہیں ہیں خواہ وہ اس وقت موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہونگے

کیونکہ بہت سے وہ لوگ جن کو میرا کلام پہنچے گا تو وہ سننے والوں

سے زیادہ اسکی حفاظت کریں گے۔"

خطبہ کے بعد حضرت محمد ﷺ نے حج کے بقیہ ارکان ادا فرمائے اور مدینہ تشریف لے گئے۔ ہجرت کے گیارہویں سال حضرت محمد ﷺ علیل ہو گئے اور ربیع الاول کے مہینے میں حضرت محمد ﷺ نے پردہ فرمایا۔ وصال کے وقت حضرت محمد ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ حضرت محمد ﷺ اس

وقت حضرت بی بی عائشہؓ کے حجرے میں تھے اور اس ہی حجرے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر محفوظ ہے اور محو استراحت ہے۔